سمسٹر: خزاں، 2021ء

کورس: اردو تنقید و تحقیق (6482)

امتحانی مشق نمبر 1

(یونٹ 1 تا 4)

سوال 1- اردو میں تنقید کی روایت پر تفصیلی مضمون قلمبند کریں۔ (20)

سوال 2- اردو تنقید کا باقاعدہ آغاز حالی کے مقدمہ شعر و شاعری سے ہوا بحث کریں۔ (20)

سوال 3- ترقی پسند تنقید سے کیا مراد ہے اس کے بنیادی اصول کیا تھے۔ بیان کیجیے۔ (20)

سوال 4- تنقید کھوٹے کھرے میں تمیز اور معیاروں کے تعین اور اصول سازی کا نام ہے تفصیل سے روشنی ڈالیں۔ (20)

سوال 5- اردو میں رومانوی تنقید کا آغاز کیسے ہوا رومانوی تنقید کے بنیادی اصولوں پر بحث کریں (20)

ANS 01

جب بھی اردو تنقید پر گفتگو ہوگی سب سے پہلے مولانا الطاف حسین حالی کا نام لیا جائے گا کیونکہ وہ پہلے تنقید نگار ہیں جنہوں نے اردو تنقیدکے اصول مقرر کیے۔ ۱۸۹۳ء میں دیوان حالی شائع ہوا تو اس میں مصنف کا ایک طویل مضمون بھی شامل تھا۔اس مضمون میں اصول شاعری سے بحث کی گئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ شاعری کو کیسا ہونا چاہیے۔بدھ کو یہ مضمون الگ شائع ہوا اور اس نے ایک علیحدہ تصنیف کی شکل اختیار کرلی۔یہی مضمون ہے جو آج "مقدمہ شعر و شاعری" کے نام سے مشہور ہے۔

مقدمہ شعر و شاعری شائع ہوا تو چاروں طرف سے مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔حالی کو خیالی اور ڈفالی جیسے ناموں سے پکارا گیا۔مگر زمانہ سب سے بڑا مصنف ہے۔طوفان تھما اور سنجیدگی سے حالی کے کارنامے پر غور کیا گیا تو سب کو تسلیم کرنا پڑا کہ حالی اردو کے پہلے باضابطہ تنقید نگار ہیں اور ان کی تصنیف 'مقدمہ شعروشاعری' اردو کی پہلی باضابطہ کتاب ہے۔بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اسے اردو تنقید کا پہلا نمونہ کہا اور پروفیسر آل احمد سرور نے اسے اردو شاعری کے پہلے منشور کا نام دیا۔

شعر و ادب کے بارے میں مولانا حالی کے خیالات ان کی دوسری کتابوں مثلا: یادگارغالب، حیات سعدی، اور حیات جاوید سے بھی معلوم ہوتے ہیں مگر مقدمہ شعروشاعری ان سب میں سب سے اہم ہے۔یہ دو حصوں میں تقسیم ہے پہلے حصے میں شاعری کے اصول بیان کیے گئے ہیں دوسرے حصے میں عملی تنقید ہے۔یہاں غزل، قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے اور ان کی اصلاح کیلئے مشورے دیے گئے ہیں۔ مولانا حالی شعر و ادب کو محض مسرت حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے اور ان کی مقصدیت کے قائل تھے۔وہ شاعری کی تاثیر

Downloaded From Tajassus.com

سے فائدہ اٹھانے کو ضروری سمجھتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ شاعری زندگی کو بہتر بنانے میں مدد گار ہو سکتی ہے اور دنیا میں اس سے بڑے بڑے کام لیے گئے ہیں۔اپنے خیال کی تائید میں انہوں نے کئی مثالیں پیش کی ہیں۔اسی طرح حالی کے نزدیک اخلاق کی اصلاح کا شاعری سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ حالی کے ان خیالات سے بہتوں نے سخت اختلاف کیا۔کہا گیا کہ شاعری کا کام لطف اندوزی ہے اس سے زندگی کو بہتر بنانے اور اخلاق کو سدھارنے کا کام لینا ایسا ہی ہے جیسے ہرن پر گھاس لادنا۔یہ بھی کہا گیا کہ شاعری اور مقصدیت میں کوئی بیر نہیں۔شرط یہ ہے کہ مقصد یا پیغام شعر میں اس طرح ڈھل جائے کہ پروپیگنڈا نہ لگے۔ایک فرانسیسی مفکر سارتر نے کہا کہ شاعری، موسیقی اور مصوری سے صرف لطف لیا جا سکتا ہے۔ان سے پیغمبری کا کام نہیں لیا جاسکتا۔پیغام دینے کے لیے نثر موجود ہے۔ مگر حالی نے جو کچھ کہا وہ وقت کا تقاضہ تھا۔اس وقت شاعری کا مفید و کارآمد ہونا ضروری تھا۔انہوں نے مقدمے کے سرورق پر ایک عربی قول درج کیا تھا جسکا مفہوم تھا: جدھر کو زمانہ پھرے تم بھی ادھر کو پھر جاو۔

حالی نے لفظ و معنی کی بحث بھی اٹھائی ہے۔وہ ابن خلدون کی رائے دہراتے ہیں کہ شاعری میں لفظ ہی سب کچھ ہے معنی کی زیادہ ہمیت نہیں۔ حالی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لفظ اور معنی دونوں کی یکساں اہمیت کا اعتراف کرتے ہیں مگر اصلیت یہ ہے کہ ان کا جھکاؤ معنی کی طرف ہے۔وہ شاعری میں پیغمبری کے قائل تھے۔ اس لیے ممکن نہ تھا کہ وہ پیغام کو زیادہ اہمیت نہ دیتے۔آج علمائے ادب اس پر متفق ہیں کہ لفظ و معنی میں وہی رشتہ ہے جو روح اور تن کے درمیان ہے۔

مقدمہ شعر و شاعری میں مولانا حالی نے واضح کیا ہے کہ تین چیزوں کے بغیر شاعری میں کمال حاصل نہیں کیا جا سکتا۔یہ ہیں: تخیل، مطالعہ کائنات اور تفحص الفاظ۔ تخیل وہ شے جسے انگریزی میں امیجینیشن کہا جاتا ہے۔حالی کا خیال ہے کہ یہ ملکہ پیدائشی ہوتا ہے۔اسے مشق سے حاصل کرنا ممکن نہیں۔ہاں اگر یہ موجود ہے تو کوشش سے اس میں اضافہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔مشرق ومغرب کے سبھی علماء تخیل کی اہمیت کے قائل ہیں۔شبلی تخیل کو قوت اختراع کا نام دیتے ہیں۔تخیل کی سب سے مکمل تعریف کولرج نے کی ہے۔اس کے الفاظ میں یہ وہ قوت ہے جو دو مختلف چیزوں میں یکسانیت اور دو یکساں چیزوں میں اختلاف تلاش کرتی ہے۔مثلا چاند اور انسانی چہرے میں بڑا فرق ہے مگر شاعر اپنے محبوب کو چاند کہتا ہے۔ آسان زبان میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ تخیل خیال کی پرواز کا نام ہے۔اسی کے پروں سے اڑ کر جب ہم چاہتے ہیں ماضی میں جا پہنچتے ہیں اور جب چاہتے ہیں مستقبل کی سیر کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ تخیل کے بغیر شاعری ممکن نہیں۔حالی شاعروں کو صلاح دیتے ہیں کہ تخیل کو

Downloaded From Tajassus.com

بے لگام نہ چھوڑ دینا چاہیے۔اس پر عقل کی گرفت ضروری ہے ورنہ اس کی پرواز اتنی بلند ہوجائے گی کہ شعر کا مفہوم ہاتھ نہ آ سکے گا۔

شاعری کے لیے دوسری چیز ضروری چیز مطالعہ کائنات!۔شاید بلکہ ہر فنکار اپنے فن کے لیے خام مواد اس کائنات سے حاصل کرتا ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔یہ کائنات اتنی وسیع اور ایسی عظیم الشان ہے کہ اس کے چھوٹے سے چھوٹے حصے کو بھی کامیابی کے ساتھ پیش کر دینا بہت مشکل ہے۔لیکن جب فنکار کسی حصے کو منتخب کرلے تو ضروری ہے کہ پیش کرنے سے پہلے اس کا بھرپور مطالعہ کرے۔جو کردار پیش کیے جا رہے ہیں ان کی نفسیات سے مکمل آگاہی حاصل کرے ورنہ اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی۔یہ ہے مطالعہ کائنات کی اہمیت۔

شاعری کے لئے تیسری شرط ہے تفحص الفاظ یعنی مناسب الفاظ کی جستجو!۔جس طرح مصور رنگوں کے بغیر تصویر نہیں بنا سکتا اسی طرح شاعر لفظوں کے بغیر شاعری نہیں کرسکتا۔مصور بہت سوچ سمجھ کر رنگوں کا انتخاب کرتا ہے اسی طرح شاعر ایک ایک لفظ کے لیے ستر ستر کنویں جھانکتا ہے،بڑی چھان پھٹک کے بعد لفظوں کو چنتا ہے اور انہیں نگینوں کی طرح شعر میں جڑ دیتا ہے۔شعر کہنے کے بعد بھی شاعر اس کی نوک پلک سنواتا رہتا ہے۔حالی نے رومی شاعر ورجل کی مثال دی ہے جو صبح کو شعر کہنے کے بعد دن بھر انہیں سنوارنے اور بہتر بنانے میں لگا رہتا تھا۔جس طرح ریچھنی اپنے بچوں کو چاٹ چاٹ کر خوبصورت بنا دیتی ہے،ورجل کی رائے میں شاعر بھی اسی طرح محنت کر کے اپنے شعروں کو آبدار بناتا ہے۔

اس کے بعد حالی ان خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں جو دنیا کے بہترین شاعروں کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔یہ ہیں: سادگی، جوش اور اصلیت۔ان کی رائے ہے کہ شعر کو سادہ اور آسان ہونا چاہیے تاکہ سننے والے کو اسے سمجھنے میں دقت پیش نہ آئے۔ضروری ہے کہ شعر میں جو خیال پیش کیا جارہا ہے وہ سادہ ہو اس کے لئے جن الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے وہ بھی سادہ ہوں۔ حالی کی اس رائے سے ہمیں اختلاف ہے۔ شروع میں زندگی سادہ ہوتی ہے، زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے زندگی بھی پیچیدہ ہوتی چلی جاتی ہے۔شاعری زندگی کا آئینہ ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سادگی سے پیچیدگی کی طرف سفر نہ کرے۔

ANS 02

حالی اُردو کے پہلے نقاد ہےں جنہوں نے باضابطہ طور پر اُردو تنقےد کے اصول مقرر کئے ۔ 1893ءمےں حالی نے اپنے دےوان کو اےک طوےل مقدمہ کے ساتھ شائع کےا۔ اس مےں شاعری کے اُصولوں سے بحث کی گئی۔ حالی نے زمانے کے مزاج کو دےکھتے ہوئے ”ادب

Downloaded From Tajassus.com

برائے ادب“ نظریہ کی نفی کی اور ادب کے مقصدی پہلو کو اُجاگر کرتے ہوئے”ادب برائے زندگی“ کا نظریہ پیش کیا۔ اور اُردو شاعری اور اسکی شعری اصناف پر اپنے تنقیدی خیالات کا اظہار کیا۔ حالی کے یہ تنقیدی خیالات جدید اُردو تنقید کا نقطہ آغاز ثابت ہوئے جب حالی کی تنقیدی کتاب شائع ہوئی تو ہر طرف سے ان کی مخالفت کی گئی لیکن وقت کے ساتھ حالی کے تنقیدی خیالات کو تسلیم کیا گیا اور وہ اُردو کے پہلے تنقید نگار قرار پائے۔ مولوی عبدالحق نے مقدمہ شعر و شاعری کو اُردو تنقید کا پہلا نمونہ کہا اور آل احمد سرور نے اُسے اُردو شاعری کا پہلا منشور قرار دیا مقدمہ شعر و شاعری میں پیش کردہ حالی کے تنقیدی نظریات اس طرح ہیں۔

شعر کی تاثیر :حالی نے لکھا کہ شاعری کی تاثیر ہوتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہ شاعری زندگی کو بہتر بنانے میں مدد گار ہوسکتی ہے اور دنیا میں اس سے بڑے بڑے کام لئے جاسکتے ہیں۔ اپنے خیال کی تائید میں انہوں نے کئی مثالیں پیش کی ہیں۔ قدیم یونان میں ایتھنس والوں کو بار بار شکست ہونے لگی تووہاں کے شاعر سولن نے درد انگیز اور ولولہ خیز اشعار پڑھے۔ جس سے ایتھنس والوں کی غیرت جاگ گئی۔ اور انہوں نے اپنے دشمن کو شکست دیدی ۔ایشیامیں شاعری سے بڑے اہم اور مفید کام لئے گئے ۔عرب شاعر اعشیٰ کے تعلق سے یہ بات مشہور تھی کہ وہ اپنی شاعری میں جس کسی کی مدح کرتا وہ عزیز و نیک نام ہوجاتا اور جس کی ہجو کرتا وہ ذلیل و خوار ہوجاتا۔ اس نے ایک خاتون کی لڑکیوں کے بارے میں قصیدہ لکھا تا کہ اُن لڑکیوں کی آسانی سے شادی ہوسکے۔ اعشیٰ کا قصیدہ پڑھ کر بڑے بڑے عرب لوگوں نے ان لڑکیوں سے شادی کرلی۔ اس طرح مختلف واقعات سے حالی نے ثابت کیا کہ اچھی شاعری سے تبدیلی اور اصلاح کا کام لیا جاسکتا ہے۔ اس طرح حالی کے ان خیالات کی بہت لوگوں نے سخت مخالفت کی اور کہا کہ شاعری کا کام تو لطف اندوزی ہے۔ لیکن حالی نے جو کچھ کہا تھا وہ وقت کا تقاضہ تھا۔ اس وقت شاعری کا مقصدی ہونا بہت ضروری تھا۔ اس لئے کچھ عرصہ بعد لوگ حالی کے خیالات سے اتفاق کرنے لگے۔ حالی نے شاعری کو سوسائٹی کے تابع قرار دیا اور لکھا کہ سوسائٹی (SOCIETY) کا مذاق اچھا ہوتو اچھی شاعری ہوگی ورنہ زمانے کا مزاج دیکھ کر شاعر بھی شاعری میں مبالغہ آرائی کرنے لگیں گے۔ بری شاعری سے زمانے کا مزاج بگڑے گا اس لئے شاعر اور سماج دونوں کو اپنے مزاج کو سدھارنا ہوگا۔

شعر کی تعریف:حالی نے اپنے مقدمہ میں شعر کے بارے میں مختلف ماہرین کی تعریفیں پیش کی ہیں۔ اور لکھا ہےکہ شاعری ایک قسم کی نقالی ہے۔ مصوری اور بت تراشی کی طرح شاعر بھی لفظوں کے ذریعہ ایک پر اثر خیالی تصویر پیش کرسکتا ہے۔

Downloaded From Tajassus.com

اےک محقق کی شعر کی تعرےف پےش کرتے ہوئے حالی لکھتے ہیں کہ جو خےال اےک غےر معمولی اور نرالے طور پر لفظوں کے ذرےعہ اس طرح ادا کےا جائے کہ سامع کا دل اس کو سن کر خوش ےا متاثر ہو وہ شعر ہے۔

شاعری کی تےن شرطےں: حالی نے اپنے مقدمہ مےں شاعری کےلئے تےن شرطےں 1) تخےل(2 مطالعہ کائنات (3 تفحص الفاظ ' قراردی ہےں۔

(1 تخےل: تخےل کے بارے مےں حالی نے لکھا کہ انگرےزی مےں اسے (Imagination) کہتے ہےں ےہ اےسی صلاحےت ہے جو مشق سے حاصل نہےں ہوتی بلکہ خداداد ہوتی ہے لےکن اگر کسی مےں ےہ صلاحےت ہوتو اُسے مطالعہ کے ذرےعہ بڑھاےا جاسکتا ہے - حالی نے انگرےزی اور عرب ماہرےن ادب کی تعرےفوں اور اشعار کی مثالوں کے ذرےعہ قوتِ متخےلہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

(2 مطالعہ کائنات : حالی اچھی شاعری کےلئے کائنات کا مطالعہ کو ضروری قرار دےتے ہےں۔ ہر فنکار کےلئے ےہ ضروری ہےکہ وہ خدا کی بنائی ہوئی اس وسےع و عرےض کائنات کا مشاہدہ کرے اور مختلف چےزوں سے متحد اور متحد چےزوں سے مختلف خصوصےتوں کو کائنات سے اخذ کرسکے۔ اور اس مطالعہ کے سرماےہ کو اپنے ےاد کے خزانے مےں رکھے اور وقتِ ضرورت انہےں اپنی شاعری مےں استعمال کرے۔

(3 تفحص الفاظ: حالی کہتے ہےںکہ شاعری کو بہتر بنانے کےلئے کلام مےں اچھے الفاظ استعمال کرنا چاہئے ۔جس طرح اےک مصور اپنی تصوےر کو خوبصورت بنانے کےلئے بہتر رنگوں کا استعمال کرتا ہے اسی طرح شاعر کو بھی سونچ سمجھ کر الفاظ استعمال کرنا چاہےے اور پےش کئے گئے خےالات کو کانٹ چھانٹ کر درست کرناچاہےے اس طرح شاعر کا کام انگوٹھی مےں نگےنہ جڑنے کا کام ہو جائے۔

شعر کی خوبےاں:حالی شعر کی خوبےاں کرتے ہوئے اس مےں سادگی جوش اور اصلےت کے ہونے پر زور دےتے ہےں۔

(1سادگی :حالی کہتے ہےںکہ شعر کو سادہ اور آسان ہونا چاہےے تاکہ سننے والے اُسے سمجھ سکےں شاعری کا مقصد ترسےل ہوتا ہے اگر شاعر کا پےش کردہ خےال سامع ےا قاری تک نہ پہنچ سکے تو شاعری کا مقصد مکمل نہےں ہو سکتا اس لئے حالی سادگی پر زور دےتے ہےں - وہ کہتے ہیں کہ پیچیدہ خیالات کو بھی عام بول چال کی زبان میں پیش کیا جانا چاہئے۔ ورنہ شعر سادگی کے زیور سے محروم سمجھا جائے گا۔ حالی کہتے ہیں کہ اردو قصیدہ نگاری میں پر شکوہ الفاظ کے استعمال سے قصیدوں کی سادگی متاثر ہوئی ہے۔ وہ غزل اور مثنوی میں بھی سادگی کی حمایت کرتے ہیں۔

Downloaded From Tajassus.com

جوش : جوش سے حالی کی یہ مراد ہے کہ شعر میں مضمون اےسے بے ساختہ الفاظ اور موثر انداز میں پیش کیا جائے جس سے معلوم ہو کہ شاعر نے اپنے ارادے سے مضمون نہیں باندھا بلکہ خود مضمون نے شاعر کو مجبور کردیا کہ اُسے شعر پیش کیا جائے۔ ایسا شعر پر اثر ہوتا ہے اور سننے والے کے دل پر اثر کرتا ہے۔ جوش سے مراد نہیں کہ مضمون کو جوشیلے الفاظ میں بیان کیا جائے بلکہ دھےمے الفاظ سے بھی چھری اور خنجر کا کام لیا جاسکتا ہے۔ عربی میں جوشیلی شاعری کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔

اصلیت :حالی کا خیال ہے کہ اچھے شعر کی بنیاد اصلیت پر ہوتی ہے۔ اگر شعر میں وہ بات بیان کی جائے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تو ایسا شعر جھوٹا خواب بن جائے گا۔ یعنی شاعری میں انسانی عقل اور مشاہدے پر مبنی باتیں بیان کی جانی چاہئے۔ حالی سے قبل اکثر شعراءنے شاعری میں مبالغہ آرائی سے کام لیا تھا تا کہ شعر کی رونق بڑھائی جائے لیکن حالی کے زمانے میں زندگی مسائل سے دوچار تھی اس لئے حالی شاعری میں جھوٹ اور مبالغے سے سخت نفرت کرتے تھے۔ بری شاعری پر اپنے غصہ کا اظہار کرتے ہوئے حالی نے مسدس میں کہا کہ

برا شعر کہنے کی اگر کچھ سزا ہے
عبث جھوٹ بکنا اگر نا روا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے
مقرر جہاں نیک و بد کی سزا ہے
گنہگاروہاں چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

شاعری میں جھوٹ سے بچنے کےلئے حالی اپنی نظم شعر سے خطاب میں کہتے ہیں کہ

وہ دن گئے کہ جھوٹ تھا ایمان شاعری ۔۔۔ قبلہ ہو اُس طرف تو نہ کیجئیو نماز تو

نیچرل شاعری :حالی نے شاعری کو فطرت سے قریب رکھنے کی تلقین کی ہے۔ اور لکھا کہ قدیم دور کے شاعروں میں فطری شاعری زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ بعد میں شاعری میں مبالغہ آرائی شامل ہوتی گئی۔ حالی نے اپنے مقدمہ میں الفاظ لفظ اور معنی کا رشتہ اور وزن و قافیہ کی اہمیت بھی اجاگر کی ہے۔ اس کے بعد اپنے مقدمہ کے دوسرے حصہ میں اردو شاعری کی اصناف غزل‘مثنوی‘ قصیدہ‘ مرثیہ اور رباعی کی اصلاح کے بارے میں اپنے خیالات پیش کئے۔

غزل کی اصلاح :حالی نے غزل کی اصلاح کو سب سے زیادہ اہم اور ضروری قرار دیا ہے۔ کیونکہ غزل عوام میں مقبول ہے اور جو مقبول صنف ہو اس کی اصلاح بھی اہم ہوجاتی ہے۔ غزل پر حالی نے جو اعتراضات کئے ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے کہ غزل میں عشق نہ بھی کیا

Downloaded From Tajassus.com

ہو تو وہ غزل میں عاشقی کا دعویٰ کرتا ہے۔ غزل کے مضامین محدود ہیں۔ اس میںقدیم زمانے میں کہی گئی باتوں کو الٹ پلٹ کر بار بار بیان کیا جاتا ہے۔ غزل کے الفاظ میں شراب' ساقی' صراحی' جام وغیرہ کا ذکر اسطرح کیا جاتا ہے کہ پڑھنے والا اس برائی کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ غزل میں محبوب کو مرد کے انداز میں پیش کیا جاتا ہے جو باعث شرم ہے ۔غزل کی زبان بھی ایک خاص دائرے سے باہر قدم نہیں رکھتی اور صنعتوں کے استعمال سے شعر کی تاثیر جاتی رہتی ہے۔ اسلئے حالی غزل میں موجود ان باتوں کو غلط سمجھتے ہوئے غزل کی اصلاح چاہتے ہیں۔ اور وہ غزل میں عشق و عاشقی کے علاوہ زندگی کے دیگر موضوعات اور مسائل پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ وہ غزل میں حقیقی عشق پر زور دےتے ہیں جو ایک بندے کو خدا سے ہوتا ہے۔ غزل میں ایک ہی طرح کے الفاظ کی وہ مخالفت کرتے ہیں۔ حالی نے غزل پر اپنے زمانے کے اعتبار سے اعتراضات کئے تھے۔ لیکن حالی کے ان اعتراضات کو کچھ لوگوں نے تسلیم نہیں کیا۔

مثنوی :حالی نے مثنوی کو شاعری کی کارآمد صنف قرار دیا ہے۔ کیونکہ غزل یا قصیدہ میں قافیہ کی وجہہ سے پابندی ہوتی ہے اور ہر قسم کے مسلسل مضامین بیان نہیں کئے جاسکتے کیونکہ مثنوی کے ہر شعر میں قافیہ ردیف بدلتا رہتا ہے ۔ عرب شاعری میں مثنوی کا رواج نہیں تھا جبکہ فارسی میں کئی مثنویاں لکھی گئیں۔ اس لئے فارسی شاعری کو عرب شاعری پر فوقیت دی جاتی ہے۔ حالی اردو مثنوی پر اعتراضات کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مثنوی سے جےسے کام لیا جانا چاہئے تھا ویسا نہیں لیا جاسکا۔ مثنویوں میں صرف عشقیہ مضامین بیان کئے گئے۔ شاہی زندگی کے بیان تک مثنوی کو محدود کردیا گیا اور اس میں حقیقی یا عام زندگی کے واقعات اور مشاہدات نہیں ملتے۔ بلکہ مافوق الفطرت باتیں جےسے پری' دیو بھوت' پریت اور تعویز جادوئی گھوڑا وغیرہ نا ممکن باتوں کو مثنویوں میں پیش کیا گیا اور خوابوں کے محل تیار کروائے گئے۔ حالی مثنوی کی اصلاح کےلئے کہتے ہیں کہ

۱ مثنوی کے اشعار اسطرح مسلسل بیان ہونے چاہئےں کہ وہ ایک دوسرے سے جڑے ہوں اور دونوں کے بیچ میں کہیں رکاوٹ محسوس نہ ہو۔

۲ حالی کہتے ہیں کہ مثنوی کی بنیاد نا ممکن اور فوق العادت باتوں پر نہ رکھی جائے کیونکہ اب علم اور سائنس کی ترقی سے اےسی فرسودہ باتوں کو رد کیا جارہا ہے اسلئے ان سے بچنا چاہئے۔

۳ مبالغہ شعر کو خوبصورت بنانے کےلئے ہوتا ہے اس لئے اسے اس مقصد کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے اور واضح جھوٹ بولنے کےلئے نہیں استعمال کرنا چاہئے۔

Downloaded From Tajassus.com

۴ حالی کہتے ہیں کہ موقع محل کے اعتبار سے بات کرنی چاہئے۔ اور پڑھنے والے کو بات سمجھ میں آنے میں کسی قسم کی رکاوٹ یا غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔

۵ مثنوی میں پیش کردہ کردار مقامات اور واقعات فطرت اور عادت کے موافق ہونے چاہئیں۔

۶ مثنوی میں جو خیال یا واقعہ بیان کیا گیا ہو اسکی تردید نہیں کرنی چاہئے۔ ایک مثنوی میں شاعر دھان اور سرسوں کے کھیتوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ دھان خریف میں ہوتے ہیں اور سرسو ربیع میں۔

۷ مثنوی میں جن باتوں کو تفصیل سے بیان کرنا چاہئے انہیں تفصیل سے بیان کرنا چاہئے۔ اور جن باتوں کو اشاروں میں بیان کرنا ہے انہیں اشاروں تک محدود رکھنا چاہئے۔ بے شرمی کی باتوں کو تفصیل سے بیان نہیں کرنا چاہئے۔ اسطرح حالی نے مثنوی کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔

قصیدہ :قصیدہ ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی کی مدح (تعریف) یا ہجو (مذمت) کی جاتی ہے۔ عام طور پر قصیدے بادشاہوں یا بزرگان دین کی تعریف میں لکھے جاتے ہیں۔ اس میں پر شکوہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں عام طور پر قصیدے بادشاہوں کی تعریف میں انعام کے حصول کے لئے لالچ میں لکھے گئے اور اس میں بے جا تعریف بھی داخل ہوگئی۔ اسلئے حالی اس قسم کی قصیدہ نگاری کی مخالفت کرتے ہیں جس میں سچے جذبات کااظہار نہیں ہوتا ہو۔ حالی پر مقصدیت اور حقیقت نگاری کا اثر غالب تھا۔ اسلئے وہ جھوٹ کو برداشت نہیں کرتے تھے جبکہ قصیدہ نگاری کی شان بڑھانے کےلئے اردو شعراءنے اس میں مبالغہ آرائی سے کام لیا۔

مرثیہ : شاعری کی اصطلاح میں مرثیہ ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں امام حسین ؑ کی شہادت اور واقعات کربلا بیان کئے جاتے ہیں لکھنو میںانیس اور دبیر نے مرثیہ نگاری کو عروج پر پہنچایا اس میں سراپا نگاری جذبات نگاری اور کردار نگاری کی اچھی مثالیں ملتی ہیں۔ حالی مرثیہ کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ اس سے اعلیٰ اخلاق کا سبق ملتا ہے۔ وہ مرثیے کی صنف کو استعمال کرنے اور قوم کے اعلٰی افراد کی وفات پر ان کی تعریف اور توصیف پر مبنی مرثیے لکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔حالی کے یہ تنقیدی خیالات اپنے زمانے میں کافی مقبول ہوئے اور آج بھی حالی کے ان خیالات کو اُردو تنقید کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔

حالی کے تنقیدی نظریات کا جائزہ:حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں" ادب برائے زندگی" کا نظریہ پیش کیا ہے انہوں نے تاثیر پر زور دیا اور اچھے شاعر اور اچھی شاعری کے لئے کچھ پیمانے مقرر کئے انہوں نے شاعری کی اصنافِ غزل ' مثنوی' قصیدہ ' مرثیہ وغیرہ

Downloaded From Tajassus.com

مےں اصلاح کی باتےں کہےں۔ حالی نے اس مقدمہ مےں زےادہ تر شعر کی اخلاقی اور سماجی حےثےت پر نظر ڈالی ہے۔ اس کی وجہ ےہ ہےکہ حالی سے پہلے شاعری مےں صرف جمالےاتی پہلو پر نظر رکھی جاتی تھی۔ جب کہ رد عمل کے طور پر حالی شاعری کے جمالےاتی پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اس کے افادی اور اخلاقی پہلو پر زور دےا۔ لےکن کوئی بحث اور کوئی نظرےہ اس وقت تک مکمل نہےں ہوسکتا جب تک اس کا ہر پہلو اُجاگر نہ کےا جائے۔ مقدمہ مےں ےہ بات کھٹکتی ہے اس لئے حالی پر کی جانے والی تنقےدےں درست لگتی ہےں۔ حالی نے غزل کو صرف عشق و عاشقی تک محدود قرار دےا تھا جب کہ حالی کے زمانے مےں غالب نے فلسفےانہ اور حکےمانہ خےالات پےش کرتے ہوئے واضح کردےا تھا کہ غزل صرف عشق تک محدود نہےں ہے اسی طرح دےگر اصناف پر حالی کے خےالات سے اختلاف کی گنجائش ہے لےکن حالی نے جس طرح پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر تنقےدی خےالات پےش کئے وہ اُردو مےں کسی نے پےش نہےں کئے تھے اس لئے حالی کی کتاب "مقدمہ شعر و شاعری" کو اُردو مےں فن تنقےد کی پہلی کتاب قرار دےا جاتا ہے ۔ حالی کے مخالفےن بھی ان کی تنقےدی بصےرت کے معترف ہےں اور حالی کے بعد جو بھی نقاد وجود مےں آئے اور جو تنقےدی کتا بےں لکھی گئےں ان کا سہرا حالی کے سر جاتا ہے۔

حالی نے مقدمہ شعر و شاعری مےں رواں دلچسپ پر اثر اور مدلّل اسلوب اختےار کےا ہے ان کی تحرےر مےں سادگی ' سلاست اور روانی موجود ہے ۔ حالی نے تنقےدی خےالات کے اظہار کےلئے جو سادہ اسلوب اختےار کےا اس سے بھی ان کا مقدمہ مشہور ہوا۔

ANS 03

تذکرہ کلاسیکی عہد میں لکھے جانے والی ایسی یادداشت ہے۔ تاریخی بیان اور وہ کتاب ہے جس میں شعرأکا حال لکھا جاتا ہے تذکرہ مذکر ہے، جمع ہے تذکرہ جات۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

اُردو ادب میں تنقیدی شعور بلاشبہ اوّل روز سے موجود تھا مگر اُردو تنقید کا باضابطہ اور باقاعدہ آغاز 19ویں صدی کے آخر میں ہوا۔ اُردو تنقید کی کہانی کا پہلا تذکرے ہیں۔ جن میں بیشتر فارسی میں ہیں-18 ویں صدی تک تمام تذکرے فارسی میں لکھے گئے تاہم اُنیسویں صدی کے آغاز میں فورٹ ولیم کالج کے اثرات سے اُردو میں بھی لکھے جانے لگے۔ "

تذکرہ بیاض کی ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ بیاض میں صرف منتخب اشعار ہوتے تھے جبکہ تذکرہ میں منتخب اشعار کے ساتھ خالق اشعار کے نام اور تخلص کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ شعراءکے نام اور تخلص میں ابجدی اور تہجی ترتیب کو ترجیح دی گئی بعد ازاں مختصر حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرے کا بھی اضافہ ہوا اور یوں تذکرہ بیاض

Downloaded From Tajassus.com

سے مختلف اور مختصر منزلیں طے کرتا ہوا نیم تاریخی، نیم تنقیدی اور نیم سوانحی ماحول میں پرورش پانے لگا۔ وقت اور ماحول کے تقاضوں نے تذکروں پر ادبی تاریخ، تنقید اور سوانح نگاری کے گہرے اثرات مرتب کیے پھر یوں ہوا کہ اِن تین رنگوں کا مجموعہ نہ تو ادبی تاریخ کا نام پا سکا اور نہ ہی تنقید کہلا سکا اور نہ سوانح نگاری کے ضمن میں آسکا تو وہ تذکرے کے فن سے معروف ہوگیا اور شعرأکے مختصر حالاتِ زندگی، کلام پر سرسری تبصرہ اور انتخاب اشعار کو اِس فن کے عناصر ترکیبی میںشمار کیا گیا۔

تذکرہ نگاری کا بڑا مقصد قدیم شعر و ادب اور شعراءکے حالاتِ زندگی کو یکجا کیا جائے کہ یہ سرمایہ ادب اور نئی نسل کے لیے نمونہ رہے۔ تذکروں کی اہمیت کو جن لوگوں نے محسوس کیا اور جن کی کاوش اور لگن سے اُردو تذکروں پر جو کام ہوا اُن میں حافظ محمود شیرانی، سیّد محمد ایم اے، ابو اللیث صدیقی اور قاضی عبد الودود کے نام آتے ہیں۔ اِن بزرگوں کا کام تقسیم سے پہلے کا ہے تقسیم کے بعد پاکستان اور ہندوستان دونوں میں ۱۹۶۴ءتک سالنامہ نگار 'تذکروں کا تذکرہ نمبر' میں قابلِ ذکر کام نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری 'اُردو شعراءکے تذکرے اورتذکرہ نگاری' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

اردو میں ادبی تنقید و سوانح اور تاریخ نگاری کے سلسلے کا تحقیقی کام دراصل تذکروں کے سہارے آگے بڑھا ہے۔ اگر یہ تذکرے یکے بعد دیگرے سامنے نہ آجائیں تو ہم 'اُردو زبان و ادب کے قدیم ورثے' اِس کی نوعیت، اس کے اسالیب اور اسالیب کی ارتقائی کڑیوں سے ناواقف ہوتے۔ ہمیں یہ بھی پتہ نہ چلتا کہ ہمارے شعر و ادب کی تاریخ کتنی پرانی ہے اور اِس میں ہمارے اسلاف نے کتنی قسمتی چیزیں یادگار چھوڑیں ہیں۔"

فارسی زبان کے دستیاب تذکروں میں محمد عوفی کا 'لباب الالباب' ایران میں فارسی کا پہلا تذکرہ قرار دیا جاتا ہے۔ بارہ ابواب پر مشتمل دو جلدوں میں منقسم یہ تذکرہ 617 اور 618ءکے درمیان تکمیل کو پہنچا۔ 'لباب الالباب' کے بعد ایران اور ہندوستان میں فارسی شاعروں کی بڑی تعداد میں تذکرے لکھے گئے۔

۱۷۰۷ءمیں اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد ایک بڑی سیاسی تبدیلی واقع ہوئی جس نے تمام شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا۔ مغلیہ سلطنت انگریز کے ہاتھوں منتقل ہوگی۔ اِس تبدیلی سے دیگر شعبہ زندگی کی طرح زبان و ادب کا شعبہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ فارسی جسے سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا، معزول حکومت کے ساتھ ہی معزول ہوگی اور فارسی کو اُردو کے لیے جگہ خالی کرنا پڑی اور پھر اُردو زبان میں بھی تذکرے لکھے جانے لگے۔

موجودہ تحقیق کے مطابق اُردو زبان میں لکھا جانے والا پہلا تذکرہ نکات الشعراءہے جس کی تکمیل ۱۱۶۵ءمیں میر تقی میر کے ہاتھوں ہوئی۔

Downloaded From Tajassus.com

اُردو کے معروف تذکروں کا مختصر تعارف:

نکات الشعراءاز میر تقی میر

نکات الشعرائ‘ میں ۱۰۳شعراءکے حالاتِ زندگی اور نمونہ کلام کے ساتھ شاعر کے فنی محاسن اور فکر و فلسفہ پر بھی جامع رائے دی گئی ہے۔ فرمان فتح پوری نے نکات الشعراءکے حوالے سے لکھا ہے کہ:

ریختہ کی اقسام، اُس کی خصوصیات، لب و لہجہ اور شعری محاسن وغیرہ کا اجمال اور اہم ذکر اوّل اسی تذکرے میں آیا ہے اور تذکرے کے خاتمے پر میر نے جو کچھ لکھا ہے وہ اُردو شاعری کی تنقیدی تاریخ میں اہم خیال کیا جاتا ہے۔“

تذکرہ ریختہ گویاں از سیّد فتح علی حسینی گردیزی

عربی اور فارسی کے عالم حسینی تصوف اور مذہب کے موضوعات پر بہت علم رکھتے تھے۔ اُردو میں اُن کا نام دو کتابوں ابطال الباطل اور ریختہ گویاں کی وجہ سے معروف ہوا۔

ریختہ گویاں میں ۹۷شعراءکے احوال بلحاظِ حروفِ تہجی قلمبند کیے گئے اور اُن تمام شعرأکی حد سے زیادہ تعریف کی گئی ہے جن شعرأکو ’نکات الشعرائ‘ میں سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

میر اور گردیزی دونوں نے تذکرے کے اختتام پر ایک ہی طرح کی عبارتیں لکھی ہیں ممکن ہے کہ ایک نے دوسرے سے فائدہ اُٹھایا ہے۔

مخزن نکات از محمد قیام الدین

قیام الدین قائم تخلص کرتے تھے۔ فارسی زبان کا یہ تذکرہ ۱۲۸شعرأکے احوال کے ساتھ تین حصوں یعنی متقدمین، متوسطین اور متاخرینِ شعرأکے عنوانات پر مشتمل ۱۱۶۸ءمیں اپنی تکمیل کو پہنچا۔

تذکرہ شعرائے اُردو از میر حسن دہلوی

تین طبقوں میں تقسیم اِس تذکرے کا مختصر سا دیباچہ ہے۔ اِس کے بعد بادشاہِ وقت شاہ عالم آفتاب کا ذکر ہے۔ اشعار کا انتخاب بہت خوبصورت ہے۔ شعراءکے حالات ردیف وار درج ہیں۔ میر نے کسی کی تنقیص یا بے جا تعریف سے گریز کرتے ہوئے بے لاگ تنقید کی ہے۔

گلشنِ بے خار از محمد مصطفی خان

یہ تذکرہ قدیم دکنی شعرأسے لے کر اُنیسویں صدی کے وسط تک تمام شعری تاریخ پر محیط ہے۔ اُردو کے دو سو سالہ سرمایہ کو اختصار کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹتے ہوئے ۱۸۳۴ءمیں شعراءکے مختصر حالات اور انتخاب کلام کے ساتھ مکمل ہوا۔

ریاض الصفحا از غلام ہمدانی مصحفی

Downloaded From Tajassus.com

تذکرہ نگار نے ۱۲۲۹ءشعرا کا نہ صرف اپنے دَور کے بلکہ اِس سے پہلے کے دَور کے شعر کا بھی ذکر بلحاظِ حروفِ تہجی کیا ہے۔ فارسی بان کا یہ تذکرہ ریختہ گو شعرا کے تذکرے کے ساتھ ۱۲۳۶ءمیں مکمل ہوا۔

گلشنِ گفتار از حمید اورنگ آبادی:

شعرأپر مشتمل ۱۱۶۵میں مکمل ہونے والے اس تذکرے کی اہمیت دو خاص سبب سے ہے۔ تذکرے میں بتایا ہے کہ شمالی ہند کی طرح دکن میں بھی تذکرہ نگاری کی رسم بارہویں صدی ہجری کے وسط میں پڑ گئی تھی۔دوسرے یہ کہ دکنی شعرأکے متعلق ایسی بہت سی معلومات ہیں جن سے شمالی ہند کے تذکرہ نگار پہلے واقف نہ ہے۔ انتخاب کلام میں متفرق اشعار کے بجائے پوری پوری غزلیں دی ہیں۔ یہ تذکرہ 'نصرتی' سے شروع ہوکر 'عزلت' کے ترجمے پر مکمل ہوتا ہے۔

تحفتہ الشعرأاز مرزا افضل بیگ قاقشال:

فارسی زبان کا یہ تذکرہ ۶۲شعرأکے تراجم کے ساتھ ۱۱۶۵ءمیں مکمل ہوا۔ اِس میں ریختہ گو اور فارسی گو دونوں شعرأشامل ہیں۔ تذکرے میں شعرأکی ترتیب میں کوئی اُصول نہیں برتا۔ شعرأکی تاریخ پیدائش اور وفات پر بھی توجہ نہیں دی گئی۔ تذکرے کے پہلے شاعر غلام حسین قادری اور آخر میں مرزا جان جاناں مظہر ہیں۔

چمنستان شعرأاز لچھمی نرائن شفیق:

عربی، فارسی اور علوم متداولہ میں مہارت رکھنے والے مصنف نے یہ تذکرہ ۱۷۶۱ءمیں مکمل کیا۔ فارسی زبان کا یہ تذکرہ ۳۱۳شعرأکے ذکر کے ساتھ بلحاظِ حروفِ ابجد مرتب ہوا۔ تذکرہ آرزو سراج خاں سے شروع ہو کر غلام سیّد غلام کے ذکر پر ختم ہوتا ہے۔

طبقات الشعرأاز قدرت اللہ شوق:

طبقات الشعرأ۱۷۷۵ءمیں چار طبقات کی تقسیم کے ساتھ ۳۱۳شعرأکی تعداد سے مکمل ہوا۔ طبقہ اوّل میں ریختہ گوئی کے موجدین، شعرائے دکن اور اُن کے بعض معاصرین کا ذکر ہے طبقہ دوم میں ایہام گو شعرأکو جگہ دی گئی ہے۔

طبقہ سوم میں شعرائے متاخرین اور بعض نو مشق شعرا مذکور ہیں۔ طبقہ چہارم میں شعرائے تازہ اور بعض تو شقان شامل ہیں۔ یہ تذکرہ امیر خسرو سے شروع ہوکر قدرت اللہ شوق کے تذکرے پر ختم ہوتا ہے۔

آبِ حیات از محمد حسین آزاد:

۱۸۸۰میں وکٹوریہ پریس لاہور سے شائع ہونے والی یہ کتاب موضوع و مواد کے لحاظ سے دیباچے کے علاوہ پانچ اَدوار میں تقسیم کی گئی ہے۔ ہر دَور اپنے عہد کی زبان بلکہ اُس زمانہ

Downloaded From Tajassus.com

کی شان دکھاتا ہے۔ آبِ حیات میں بیک وقت تحقیق، تنقید، اسلوب اور تاریخ کی ایسی خصوصیات ہیں جو پہلے تذکروں میں نظر نہیں آتیں۔ شعرأکی زندگی اور کلام کے متعلق مفید آراءبھی ملتی ہیں۔ یہ اسلوب آبِ حیات کو قدیم تذکرہ نگاری سے الگ کرتا ہے اور جدید تنقیدی بنیاد ڈالتا ہے۔ جو آگے چل کر حالی کے مقدمہ شعر و شاعری کی صورت میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ اُردو تنقید کے ارتقاءکو سمجھنے کے لیے تذکرہ نگاری کا مطالعہ ناگزیر ہے لیکن تذکرہ نگاری کو تنقید کے دائرے میں رکھا بھی جاسکتا ہے یا نہیں ملاحظہ ہو۔ تذکرہ نگاری پر اُبھرنے والی ضرب کاریاں اور کچھ موافق و مخالف آوازیں۔

کلیم الدین احمد لکھتے ہیں:

اکثر شعرأکے کلام پر رائے زنی نہیں کی جاتی.... تذکروں میں ہر جگہ الفاظ کا سیلاب رواں ہے۔ یہ الفاظ کوئی خاص نقش دل و دماغ پر ثبت نہیں کرتے.... تذکرہ لویس تنقید کی ماہیئت، اُس کے مقصد، اُس کے صحیح پیرایہ سے بھی آشنا نہ تھے۔ اِس لیے ان تذکروں کی اہمیت صرف تاریخی ہے۔ یہ دُنیائے تنقید میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے.... عموماً ایسے اشعار چنے جاتے ہیں جو معیار پر پورا اُترتے ہیں .... تذکرہ نویسوں میں اتنی بھی ناقدانہ نظر نہ تھی کہ وہ اچھے اور برے اشعار میں تمیز کر سکیں۔“

رشید حسن خان کی رائے دیکھئے:

بیشتر مطبوعہ تذکروں کے متن پر پوری طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا .... تذکرے بے شمار غیر معتبر واقعات کا ’مال خانہ‘ بن گئے ہیں۔ صحت متن کے سلسلے میں اِن پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا .... بیشتر مطبوعہ تذکروں میں اشعار کے متن کا حال سب سے زیادہ مقیم ہے۔“

ابو الکلام قاسمی مشرقی شعریات اور اُردو تنقید کی روایت میں لکھتے ہیں:

تذکروں میں اکثر طرفداری سے کام لیا گیا ہے.... شعر کے محاسن میں زیادہ تر صنائع لفظی و معنوی کو اہمیت دی گئی ہے.... اکثر شعراءکے اسلوب و سلیقہ شعر کے لیے مبہم الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن سے شاعری کی حیثیت واضح نہیں ہوتی۔“

ڈاکٹر فرمان فتح پوری ناقدین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے جدید نقادوں نے قدیم تذکروں کا بالااستیاب مطالعہ نہیں کیا .... یقینا ایسے تذکرے بھی موجود ہیں۔ جن میں شعرأکے حالات کو احتیاط سے جمع کر کے شعرا کے اَدوار قائم کرنے، ہر دَور کی خصوصیت اُجاگر کرنے، شعرأکی ولدیت اور سکونت کی نشاندہی کرنے اساتذہ و تلامذہ کے نام دینے اور اُن کے سنین وفات و پیدائش کے اندراج کرنے میں خاص اہتمام سے کام لیا گیا ہے .... اِس طرح اگر خاص شاعر کے متعلق مختلف تذکروں کے اقتباسات جمع کریں تو ہمیں یقین ہے کہ اُس کی مکمل تصویر سامنے آجائے گی۔“

Downloaded From Tajassus.com

نور الحسن نقوی ’فن تنقید اُردو تنقید نگاری ‘میں کہتے ہیں:

شعرائے اُردو کے تذکرے ہمارا قدیم اور بیش قیمت ادبی سرمایہ مکمل اور ہماری زبان میں تنقید کی بنیاد انھی کے ذریعے پڑی۔ اِن تذکروں میں تنقید کے جو نمونے ملتے ہیں انھیں باقاعدہ تنقید کہنا تو مشکل ہے البتہ انھیں اُردو تنقید کا پہلا نقش ضرور کہا جاسکتا ہے۔ “

ہمارے تذکرہ نگاروں کا زمانہ اٹھارہویں صدی کا ہے۔ جب اُردو اَدب جدید تنقیدی نظریات سے ناواقف تھا۔ تنقید تو تنقید اُردو نثر بھی تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ ان تذکرہ نگاروں کے سامنے کوئی تنقیدی نمونے نہ تھے۔ زبان اور شاعری دونوں اپنے ارتقائی مراحل میں تھے۔ ان حالات میں اُردو اَدب کی پرکھ کا یہی معیار ہونا تھا۔

ANS 04

تنقید عربی کا لفظ ہے جو نقد سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی " کھرے اور کھوٹے کو پرکھنا" ہے۔ اصطلاح میں اس کا مطلب کسی ادیب یا شاعر کے فن پارے کے حسن و قبح(خوبیوں اور خامیوں) کا احاطہ کرتے ہوئے اس کا مقام و مرتبہ متعین کرنا ہے۔ خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کر کے یہ ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے کہ شاعر یا ادیب نے موضوع کے لحاظ سے اپنی تخلیقی کاوش کے ساتھ کس حد تک انصاف کیا۔ مختصر یہ کہ فن تنقید وہ فن ہے جس میں کسی فنکار کے تخلیق کردہ ادب پارے پر اصول و قواعد اور حق و انصاف کی روشنی سے بغیر کسی رعایت اور طرفداری کے آزادانہ فیصلہ صادر کیا جائے تا کہ تخلیق کار کے ادب پارے کی پرکھ تول کر کے اچھائی اور برائی کی نشاندہی کی جا سکے۔ نقص بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ادیب یا شاعر کانٹ چھانٹ کر کے مناسب لفظوں کا انتخاب کرے تا کہ تحریر میں مزید حسن پیدا ہو۔ اس پرکھ تول کی بدولت قارئین میں ذوق سلیم پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

"ٹی ایس ایلیٹ" لکھتا ہے کہ تنقید فکر کا وہ شعبہ ہے جو یا تو یہ دریافت کرتا ہے کہ شاعری کیا ہے؟ اس کے وظائف و فوائد محسوسات اور کیفیت سے کیسے لطف لیا جا سکتا ہے؟ یہ کن خواہشات کو تسکین پہنچاتی ہے؟ شاعر شاعری کیوں کرتا ہے؟ اور لوگ اسے کیوں پڑھتے ہیں

یہ ایک خالص علمی موضوع سہی مگر اس سے دست و گریباں ہونے کے لیے ادبی سوجھ بوجھ بہت ضروری ہے۔فن کا ہر نقاد نابغہ یعنی کہ بے حد ذہین نہیں ہوتا بلکہ فن کار خود فن کا فطری نقاد ثابت ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ارسطو نے یونانی ڈراموں کے مطالعہ پر آرٹ کے بنیادی اصول وضع کیے جو آج تک مسلم ہیں یہ درست ہے کہ ان کی تعبیریں ہوئیں انہیں گھٹایا بڑھایا گیا مگر خود ان کو جھٹلایا نہیں جا سکا۔ اس کے سامنے دو مقاصد تھے: کسی ادب پارے کا

Downloaded From Tajassus.com

تجزیہ اور اس کی جانچ یعنی تجزیات میں تمیز کرنا اور ان کی قدر معلوم کرنا۔ اس کے لیے ایک تجربے اور اس کے اظہار کی ماہیت کو سمجھنا ضروری تھا۔ چنانچہ ایک نقاد کے لیے ارسطو نے یہ سوال اٹھائے تا کہ وہ ادب پاروں کو زیر بحث لا سکے:

1- فن کار نے کیا کہنا چاہا؟

2- اس کا اظہار کیسے کیا ہے؟

3- جو کچھ کہا ہے اس کی قدر و قیمت کیا ہے؟

ان سوالوں کا جواب دینے سے پہلے ایک نقاد کے لیے خود زندگی کی گوناگوں دلچسپیوں تلخیوں اور اس کے مختلف قسم کے پہلوؤں سے واقف ہونا ضروری ہے ادبی مسائل کی سمجھ اور فن کار کی گہری نظر یہ دونوں ضروری اوصاف ہیں۔

تخلیق خواہ وہ کسی بھی مدرسہ فکر سے تعلق رکھتی ہو نقاد اپنی نگاہ بصیرت اور فنی صلاحیتوں سے ایک مخصوص تجربے کو ایک بار پھر زندہ کرتا ہے کیونکہ تنقید لکھنے اور پڑھنے والے کے درمیان رابطہ اتحاد پیدا کرتی ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے۔ فن کیونکہ جمالیاتی لطف بخشتا ہے ایک فن پارہ جو ہمیں مکمل وحدت یعنی حسن کا احساس نہیں دیتا نا قابل قدر ہے۔ کسی دل کش چیز کو محسوس کر کے خوبصورت خیال ضبط تحریر کرنا یہ وہ عمل ہے جس میں ذہنی مشقت کے ساتھ ساتھ تجربات اور حوادث زمانہ سے گزر کے قوت مشاہدہ سے واقعات کو گہری نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ سارا عمل تخیل کے ذریعے ہوتا ہے تخیل نہ صرف راہ دکھاتا ہے بلکہ اس راہ پر ٹھیک طرح چلاتا اور پرواز کا رخ بھی مقرر کرتا ہے اکثر اوقات درد آمیز کیفیات سے جو حسن پیدا ہوتا ہے وہ احساس بھی قلم کار کو لکھنے کے لیے اکسایا کرتا ہے۔ ادب اور شاعری کو تنقید کے سانچے سے گزارنا نہایت ضروری ہوتا ہے بقول احمد سرور اچھی تنقید محض معلومات ہی فراہم نہیں کرتی بلکہ وہ سب کام کرتی ہے جو ایک مورخ ماہر نفسیات ایک شاعر اور پیغمبر کرتا ہے۔ تنقید ذہن میں روشنی کرتی ہے اور یہ روشنی اتنی ضروری ہے کہ بعض اوقات اس کی عدم موجودگی میں تخلیقی جوہر میں کسی شے کی کمی محسوس ہوتی ہے"

ANS 05

رومانی تنقید رومانیت کی ادبی تحریک کے زیر اثر وجود میں آئی-رومانیت، رومان، رومانی طرز احساس اور رومانی کرب وغیرہ جیسے اصطلاحات عام طور پر مشہور ہیں-رومانس کے

Downloaded From Tajassus.com

معنی الگ الگ دور میں الگ الگ لیے گئے ہیں-١٦٣٨ء میں رومانس بطور جھوٹی کہانی کے اور ١٦٥٩ء میں بطور جعلی اور جھوٹی کے لیے گئے ہیں.

اس طرح رومانیت سے مراد ایسے قصے اور کہانیاں ہیں جن میں رومانس کا عنصر بھی ہو اور جوٹھی بھی ہوں یعنی تخیل کی بنیاد پر جھوٹی اور ماورائی کہانیاں بیان کرنا ادب برائے ادب کے زمانے میں رائج تھا- ایسی باتیں جنھیں پڑھ کر یا سن کر لوگ کچھ دیر کے لیے حقیقت سے دور ہوجاتے تھے اور اس میں اس قدر گم ہو جاتے تھے کہ ان کو ذہنی تسکین کا باعث سمجھتے تھے-

دراصل رومانیت کی تحریک مغرب کی دین ہے-انگلستان میں ورڈزورتھ اور کولرج نے شاعری اور تنقید کا آغاز کیا اور انہیں کو انگریزی میں رومانیت کی ادبی تنقید اور رومانی تنقید کا بانی سمجھا جاتا ہے-ورڈزورتھ نے جن خیالات کا اظہار کیا انہیں کو اس تنقید کا بنیاد مانا گیا-یعنی تخیلاتی اور جذباتی باتیں جو انسان کے خوشی کا باعث ہوں انہی باتوں کو اس نے اپنی تنقید کا موضوع بنایا-

اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسرت، حسن اور جذبات رومانیت کی آسائش قرار پائے-رومانی تنقید نگاروں نے اپنی تنقید میں انہیں تصورات کو ڈھونڈنے کی کوشش کی کیونکہ رومانی نثر نگاروں کا ماننا تھا کہ شاعری کی بنیاد حقیقت پر نہیں بلکہ مسرت پر ہے-

اسی لیے وہ خوشی اور ذہنی تسکین کے لیے اپنی تخلیقات پیش کرتے تھے-اس لیے انہوں نے اعلیٰ شاعری کے لیے یہ معیار بنا دیا کہ عمدہ شاعری وہ ہے جسے ہر بار پڑھنے سے نئ طرح کی مسرت و خوشی حاصل ہو- رومانی تنقید نگاروں نے فنپارے میں انہیں نقاد کو تلاش کرنے کی کوشش کی-ان کی نظر میں زیادہ علوم کے مطالعے سے اچھا شاعر نہیں بن سکتا-بلکہ ان کے خیال میں رومانی نقاد شاعر کے تخیل کی کارفرمائی کا اندازہ کرکے اس کی تنقید کرتا ہے-اسی لئے رومانی نقاد ان تمام چیزوں کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے کسی بھی فن پارے میں خوشی کا احساس ہوتا ہو-

رومانی تنقید اور شاعری ایک طرح سے بغاوت تھی جس نے تخلیقی سطح پر اپنا اظہار کیا- رومانی اور رومانی طرز احساس برقرار رہ گے لیکن رومانی تنقید میں حسن، مسرت اور جذبات و احساسات پر جو زور دیا گیا تھا اس کا شدید ردعمل ہوا-رومانی تنقید کا جمالیاتی تنقید اور ادب برائے ادب کے نظریے سے فرق کرنا بھی آسان نہیں رہا-اسی لیے مارکسی تنقید نے ان سب کی مذمت کی-

لیکن جہاں تک رومانی تنقید کا سوال ہے وہ زیادہ دن تک قائم نہیں رہ سکی اور اس تنقید کے حوالے سے نیاز فتح پوری،مہدی افادی،مجنوں گورکھ پوری کے نام لیے جا سکتے ہیں جنہوں نے

Downloaded From Tajassus.com

رومانی تنقید کو پیش کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ یہ تحریک اردو میں زیادہ دن تک نہ چل سکی اور اس کے رد عمل کے طور پر دوسری تحریکیں وجود میں آئی اور اس طرح رومانی تنقید اردو ادب میں زیادہ کامیاب ثابت نہ ہو سکی۔

Downloaded From Tajassus.com